ریاستِ مدینہ میں فلسفۂ حکمرانی

*ثمر سلطانہ

**سیّد ذاکر شاہ

***سیّد عاصم علی

ABSTRACT

This study is done to explore and highlight 'The philosophy of Rule in the state of Medina' as established by Prophet Muhammad (PBUH) and maintained by Khulafa e Rashideen. Pre- Islamic Arabia was a land of tribes and there was no established centralized government. The tribes were at war amongst them perpetually. The prophet (PBUH) built a new political order based on Islam. It was different from the pre-Islamic tribal political system. It was based on the universal principle of Islamic fraternity and for all times. Khulafa e Rashideen followed the prophet's sunnah. They not only maintained it but expanded it over half of the world. In the following lines, all those features are discussed which explain the nature of rule in the state of Medina. The unique character of the philosophy of rule in medina' is that it is today as practicable in a modern Muslim state as it was practiced fourteen hundred sixty years ago by Prophet Muhammad (PBUH) and Khulafa e Rashideen in the state of Medina.

Keywords: The philosophy of rule, Medina, Prophet, Khula e Rashideen, pre-Islamic Arabia.

تجزیاتی مطالعہ:

مسلم مفکرین میں سب سے پہلے فارابی نے اپنی کتاب سیاست المدّینہ میں مدینۃ الفاضلہ، معیاری شہر، اور مدینۃ الجاہلہ، غیر معیاری شہر کے بارے میں شرح وبست سے تفصیلی روشنی ڈالی۔ الماوردی نے الاحکام السطانیہ اور قوانین الوزارت میں سیاسیات کے تمام پہلو ضبطِ تحریر کئے۔ نظام الملک طوسی کی کتاب سیاست نامہ اور دستور الوزراء میں سیاسیات کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ حکمرانوں کے اوصاف اور فرائض بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔ امام غزالی نے اپنی کتاب المقنذ من الضلال اور احیاء العلوم میں سیاسیات کے بارے میں کہا ہے کہ یہ علم آسمانی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جو رسولوں کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا ہے۔ ابنِ تیمیہ نے الامۃ

* پروفیسر، صدر شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

** لیکچرر، گورنمنٹ نیشنل کالج، کراچی

*** لیکچرر، اسلامیہ سائنس کالج، کراچی

والسیاسۃ الشریعہ فی اصلاح والراعی والرعایا، میں حکومت اور عوام کے باہمی تعلقات کو زیرِ بحث لائے ہیں اور امام کے فرائض بیان کئے ہیں نیز اسلامی حکومت کی خصوصیات بھی درج کی ہیں۔ابنِ خلدون کی تحریروں نے فلسفہ و منطق، فقہ و ادب، اور ریاضی کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔اس کی شہرۂ آفاق تصنیف، تاریخ العبر ہے۔اس نے اس کتاب، کا مقدمہ لکھا، جو کہ مقدمہ ابنِ خلدون کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں مملکتوں کی ابتداء اور عروج وزوال کی داستانیں رقم ہیں۔اہلِ سیر و مغازی حضرات نے سیرت النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر بیش بہا کتابیں لکھیں۔ جن کی طرف مراجعت کی جاتی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تعارف

وطنِ عزیز میں بدعنوانی کے خاتمہ کے لئے بعض مقتدر حلقوں کی طرف سے ریاستِ مدینہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور کہا گیا کہ جب تک کسی بھی قوم کی قیادت میں بدعنوانی رہتی ہے، تب تک وہ معاشرہ نہ تو ترقی کر سکتا ہے، اور نہ ہی وہ معاشرہ صحیح طور سے فلاح و بہبود حاصل کر سکتا ہے۔ بدعنوانی اوپر سے نیچے تک سرائیت کر جاتی ہے، اور احتساب کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ کیونکہ حکمران جب خود بدعنوان ہو تو، پھر وہ دوسروں کا احتساب کیونکر کر سکتا ہے۔ ہم ان سب باتوں کی تائید کرتے ہیں تاہم اس حوالے سے کچھ ضروری گزارشات عرضِ خدمت کرتے ہیں جن سے وہ زرّیں اصول ہمارے سامنے آ جائیں جو کہ ریاستِ مدّینہ میں جاری وساری تھے۔ جن کی بدولت وہ معاشرہ رہتی دنیا تک دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے ایک مثالی ریاست کی حیثیت رکھتے ہیں، اور جن کی بدولت ان کو خلافتِ راشدہ کی شان حاصل ہوئی۔

'ریاستِ مدّینہ میں فلسفۂ حکمرانی'، کو سمجھنے کے لئے دورِ خلافتِ راشدہ کی خصوصیات اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کا معروضی طور پر مطالعہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے براہِ راست کتاب اللہ کی تعلیم حاصل کی، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا تزکیہ نفس کیا اور ان کو کتاب اللہ کے ساتھ حکمت کی تعلیم بھی دی۔ اور ان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتے تھے۔[۱]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدّینہ منوّرہ میں اسلامی معاشرہ قائم کیا، مہاجرین وانصار میں مواخوٰت قائم کی، مسجدِ نبوی کی تعمیر کر کے سب مسلمانوں کو ایک مرکز میں پرو دیا۔ فتح مکہ کے بعد بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدّینہ ہی کو دارالخلافہ قرار دیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس معاشرے کو قائم رکھا، اسی لئے ان کے عہدِ خلافت کو خلافتِ راشدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد نبوّت ہی کی طرز پر خلافت قائم ہوگی، جس کے لئے خلافت علی منہاجِ النبوہ کی اصطلاح استعمال ہوئی۔[۲]

خلافتِ راشدہ کا عہد دراصل دورِ نبوّت ہی کا پر تو تھا۔اس دور کی خصوصیات بالکل ایسی ہی تھیں، جیسی کہ آپ ﷺ کے مبارک دور میں تھیں، فرق یہ تھا کہ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات اس دارِ فانی کو داغِ مفارقت دے چکی تھی اور وحیِ الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔اب جو بھی مملکتِ اسلامیہ کے جملہ معاملات تھے، وہ خلفائے راشدین کے پاس آگئے، جنہیں وہ قرآن وسنّت کی راہنمائی میں بحسن وخوبی چلاتے رہے، اور جہاں کہیں ضرورت ہوئی تو مسلمانوں کے اہل الرائے افراد سے مشورہ کیا، اور باہمی مشاورت سے اس کام کو سرانجام دیا۔(۳)

طریقِ انتخاب خلیفہ:

نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے قبل اپنے خلیفہ کا نہ تو تقرر فرمایا اور نہ ہی تقررِ خلیفہ کے متعلق کوئی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ کی براہِ راست تعلیم وتربیت کا یہ اثر تھا کہ امتِ مسلمہ یہ جان گئی تھی، کہ خلیفہ کا تقرر کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ وہ سمجھ چکے تھے، کہ نہ تو خاندانی بادشاہی نظامِ سلطنت اسلام کے مزاج سے تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی آمریت کا کوئی عمل دَخل ہے، بلکہ اسلام معاملاتِ مملکت میں شورائیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس طرز پر مسلم معاشرے میں خلفائے راشدین کا یکے بعد دیگرے، انتخاب عمل میں آیا۔

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا انتخاب سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی رائے سے ہوا۔ جس کو مدینہ منوّرہ کے تمام اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کسی لالچ اور دباؤ کے بغیر قبول کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔اس کے بعد بیعت کرنے والوں کا تانتا بندھا اور تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔(۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا انتخاب حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہُ نے اپنی وصیت میں کیا۔ آپ نے جب وصیت فرمائی تو مسجدِ نبویؐ میں لوگوں کے مجمع سے یوں فرمایا۔ "کیا تم اس شخص پر راضی ہو جسے میں اپنا جانشین بنا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے رائے قائم کرنے میں اپنے ذہن پر زور ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ اور اپنے کسی رشتہ دار کو نہیں بلکہ عمر بن خطاب کو جانشین مقرر کیا ہے، لہٰذا تم ان کی سنو اور اطاعت کرو"۔(۵)

اس پر صحابہ کرام نے کہا۔ "ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے"۔(۶)

خلیفۂ راشد دوم نے اپنی وفات کے وقت، خلیفۂ سوم کے انتخاب کے لئے ایک انتخابی کمیٹی تشکیل دی، اور فرمایا۔ "جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر زبردستی امیر بننے کی کوشش کرے، اسے قتل کردو"۔(۷)

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے بیٹے کو خلافت کے استحقاق سے محروم کر دیا اور فرمایا کہ خلیفہ کے تقرر میں ان سے مشورہ تو لیا جائے لیکن ان کو خلیفہ بننے سے روک دیا گیا، تاکہ خلافت ایک موروثی منصب نہ بن جائے۔[۸]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے انتخابی کمیٹی بناتے ہوئے فرمایا۔ "یہ اشخاص ہیں جن کے جنتی ہونے کی اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، اور طلحہ بن عبد اللہ، ان کو میں اختیار دیتا ہوں، کہ جمع ہو کر اپنی جماعت میں سے کسی ایک کو امیر چُن لیں"۔[۹]

اس کمیٹی کے افراد نے مشورے کے بعد آخر کار اپنے ایک رکن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو یہ اختیار دیا کہ وہ خلیفہ کا تقرر کریں۔ انہوں نے عوام وخواص سے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ لوگوں کا رجحان زیادہ تر کس شخص کی طرف مائل ہے؟ اسی سلسلے میں جو قافلے حج کی سعادت حاصل کر کے واپس آرہے تھے، ان سے بھی مشورہ کیا گیا، اور اس استصواب عوام وخواص سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اکثر لوگ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے حق میں ہیں۔[۱۰]

اسی بنیاد پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہُ خلافت کے لئے منتخب کئے گئے، اور مجمعِ عام میں ان کی بیعتِ خلافت ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۹ ذی الحجہ سنہ ۲۳ ہجری کا ہے۔[۱۱]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی شہادت کے بعد حضرت علی کی خلافت کے حمایتیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو خلیفہ بنانا چاہا تو آپ نے صاف انکار کر دیا، اور کہا" نہیں، ایسا تم نہیں کر سکتے، یہ تو اہلِ شوریٰ اور اہلِ بدر کے کرنے کا کام ہے۔ جس کو وہ خلیفہ بنانا چاہیں گے وہی خلیفہ ہو گا۔ پس ہم جمع ہوں گے اور اس معاملے پر غور کریں گے"۔[۱۲]

اسی طرح آپ کی وفات کے موقع پر لوگوں نے جب پوچھا کہ ہم آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند کو خلیفہ بنا دیں، آپ نے فرمایا کہ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں، تم لوگ خود اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔[۱۳]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ جامع مسجد میں اکٹھے ہوے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔[۱۴]

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ خلافتِ راشدہ میں منصبِ خلافت حاصل کرنے کے لئے کسی خاندانی حق وراثت کو دخل نہ تھا۔ قرشیت کی قید ضرور تھی جسے نبی ﷺ نے خود لگائی تھی۔[۱۵] لیکن چاروں خلفاء

راشدین مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔حضرت ابو بکر صدیق بنی تمیم سے، حضرت عمر فاروق بنی عدی سے، حضرت عثمان بن عفّان بنی امیہ سے اور حضرت علی بنی ہاشم سے۔ نبی کریم ﷺ کے علمی و عملی کمالات کا پرتو ہی استحقاقِ خلافت کے لئے اصلی جوہر سمجھا جاتا تھا۔

شوروی طرز حکومت:

خلفائے راشدین کا طرز حکومت شوروی تھا۔ معاملاتِ حکومت اور قانون سازی کے بارے میں قوم کے قابلِ اعتماد اور اہل الرائے افراد سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔اور کوئی بھی اہم معاملے کا ان کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب بھی ان کے سامنے کوئی معاملا آتا تو سب سے پہلے اس مسئلے کا حل قرآنِ پاک میں تلاش کرتے،اور اگر نہ ملتا تو رسول اللہ کی احادیث کی طرف رجوع کرتے، کہ اس یا اس جیسے معاملے کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا صادر فرمایا ہے؟ اگر کوئی حکم فرمانِ رسول ﷺ میں بھی نہ ملتا، تو قوم کے اہل الرائے اور صالح افراد کو جمع کرتے اور مشورہ کرتے، پھر جو رائے بھی سب کے مشورے سے قرار پاتی تھی،اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔[۱۶]

حضرت عمر فاروق کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔[۱۷] مشاورت کی ایک محفل میں آپ نے جو افتتاحیہ کلمات کہے وہ مندرج ذیل ہیں۔

''میں نے آپ لوگو کو جس غرض کے لئے تکلیف دی ہے، وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مجھ پر آپ کے معاملات کی امانت کا جو بار ڈالا گیا ہے، اسے اٹھانے میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں۔ میں آپ ہی میں سے ہوں، اور آج آپ ہی وہ لوگ ہیں جو حق کا اقرار کرنے والے ہیں۔ آپ میں سے جس کا دل چاہے، مجھ سے اختلاف کرے اور جس کا دل کرے وہ میرے ساتھ اتفاق کرے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کی پیروی کریں''۔[۱۸]

بیت المال ایک امانت ہے

خلفائے راشدین بیت المال کو ایک امانت سمجھتے تھے۔ اس میں جو مال بھی آتا اور جو مال بھی جاتا وہ عین اسلامی قانون کے مطابق ہوتا۔ بادشاہوں کی طرح اس میں سے مال خرچ کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ ایک بادشاہی نظام مملکت اور خلافت میں فرق ہی یہ ہے کہ بادشاہ اپنے ذاتی کام کے لئے جو چاہے، جب چاہے، خرچ کرے۔ لیکن اس کے برعکس خلیفہ بیت المال کو امانت سمجھتا ہے اور وہ ایک ایک پیسے کے لئے امت کے سامنے اس دنیا میں اور آخرت میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔[۱۹]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، منصبِ خلافت پر فائز ہونے سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے، جب آپ خلیفہ بن گئے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناظمِ بیت المال نے آپ کا جو وظیفہ مقرر کیا، وہ مہاجرین میں سے ایک عام آدمی کی اوسط آمدنی کے برابر تھا۔ اس طرح آپ کے لئے جو وظیفہ مقرر کیا گیا، وہ چار ہزار درہم سالانہ تھا۔ مگر جب آپ کی وفات ہوئی، تو آپ کی وصیت کے مطابق آٹھ ہزار درہم بیت المال کو واپس کر دیے گئے، یہ مال جب خلیفہ دوم کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے، انہوں نے آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا۔ (۲۰)

اسی طرز پر خلیفۂ دوم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چلتے رہے۔ ان کا نکتۂ نظر بیت المال کے بارے میں ان کے ہی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"میرے لئے اللہ کے مال میں سے اس کے سوا کچھ حلال نہیں کہ ایک جوڑا کپڑا گرمی کے لئے اور ایک سردی کے لئے اور قریش کے ایک اوسط آدمی کے برابر معاش اپنے گھر والوں کے لئے لے لوں۔ پھر بس میں ایک آدمی ہوں مسلمانوں میں سے"۔ (۲۱)

فلسفۂ حکومت:

دور خلافت راشدہ میں خلفائے راشدین کا تصوّر حکومت کیا تھا؟ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے یہ اپنے عہدہ اور فرائض کے متعلق کیا خیال رکھتے تھے۔ اور ان کی حکومت کی پالیسی کیا تھی۔

ان تصوّرات کو ان ہی کے الفاظ سے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی تقریر جو انہوں نے مسجد نبوی میں بیعت عمومی کے بعد کی اس میں وہ فرماتے ہیں۔ "لوگو! میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں، حالاں کہ میں تم میں سے بہترین آدمی نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں گا، تو تمہارا فرض ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور اگر میں راہ راست سے بھٹک جاؤں تو تمہارا فرض ہے کہ مجھے سیدھی راہ پر لگا دو۔ راستی اور راست گوئی امانت ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے۔ تم میں سے جو شخص کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوّی ہے، جب تک کہ میں اس کا حق نہ دلوا دوں۔ اور تم میں سے جو قوّی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک کہ میں اس سے کمزور کا حق اس سے وصول کر کے اسے نہ دلا دوں۔ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا، جو قوم جہاد ترک کر دیتی ہے، وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو، اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں، تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو، کیوں کہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں"۔ (۲۲)

اسی طرح حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ ''لوگو، کوئی حق والا اپنے حق میں اس مرتبے تک نہیں پہنچتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کی اطاعت کی جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لوگو، میرے اوپر جو تمہارے حقوق ہیں، وہ میں تم سے بیان کر دیتا ہوں۔ اور اس پر تم مجھے پکڑ سکتے ہو۔ میرے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ میں تمہارے خراج، یا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فے میں سے کوئی چیز وصول نہ کروں، مگر قانون کے مطابق، اور میرے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ جو کچھ مال میرے پاس آئے اس میں سے کچھ نہ نکلے مگر حق کے مطابق۔ (۲۳)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیعت کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا وہ کچھ یوں تھا۔ ''سنو، میں پیروی کرنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں۔ جان لو کہ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ کی پیروی کرنے کے بعد تین باتیں ہیں جن کی پابندی کرنے کا میں تم سے عہد کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میری خلافت سے پہلے تم نے باہمی اتفاق سے جو قاعدے اور طریقے مقرر کئے تھے، ان کی پیروی کروں گا۔ دوم یہ کہ جن معاملات میں پہلے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہوا، ان میں سب کے مشورے سے اہلِ خیر کا طریقہ مقرر کروں۔ سوم یہ کہ تم سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں، جب تک تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرنا قانون کی رو سے واجب نہ ہو جائے''۔ (۲۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اہلِ مصر کے نام جو فرمان حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سپرد کیا، وہ ان الفاظ میں تھا۔ ''خبردار رہو، تمہارا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی سنّت کے مطابق عمل کریں، اور تمہارے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حق کے مطابق چلائیں۔ اور نبی ﷺ کی سنّت کو نافذ کریں۔ اور تمہاری غیر موجودگی میں بھی تمہاری خیر خواہی کریں''۔

اس حکم نامے کو عام مجمع میں سنانے کے بعد حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اعلان کیا کہ اگر ہم اس طریقے پر تمہارے ساتھ برتاؤ نہ کریں تو ہماری کوئی بیعت آپ پر نہیں۔ (۲۵)

قانون کی حکمرانی:

خلفائے راشدین کا دور خلافت قانون کی بالادستی اور قانون حکمرانی سے عبارت ہے۔ یہ خلفاء اپنی ذات اور عزیز واقارب کو بھی قانون سے ماورا نہیں رکھتے تھے، بلکہ قانون کے سامنے اپنے آپ کو اور ریاست کے ایک عام شہری کو برابر سمجھتے تھے۔ اگرچہ قضاۃ کی تقرری خلیفہ ءوقت ہی سرانجام دیتا، مگر ایک شخص قاضی ہو جانے کے بعد خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ دینے میں بھی ویسا ہی آزاد تھا، جیسا کسی عام شہری کے معاملے میں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ایک موقع پر ڈانٹ دیا کہ جب تک تم عمر میں اور عام شہری میں فرق نہ کرو، بلکہ ایک نظر سے دیکھو، اس وقت تک تم صحیح طور پر قاضی ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ (۲۶)

ایسا ہی معاملہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ پیش آیا، جب آپ نے اپنی کھوئی ہوئی زرہ کے لئے ایک ذمّی عیسائی کے خلاف دعویٰ کیا قاضی کی عدالت میں۔ قاضی نے آپ کے خلاف فیصلہ دیا کیوں کہ آپ اس کے لئے گواہ پیش نہ کر سکے۔ (۲۷)

ہر طرح کی عصبیت سے پاک حکومت:

عہدِ نبوی سے لیکر دورِ خلافت راشدہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ان ادوار میں بالکل اسلام کے اصول اور اس کی روح کے مطابق رنگ، نسل اور زبان کے تعصب سے بالاتر ہو کر تمام لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا گیا۔ خلفائے راشدین نے بے لاگ و بلا تعصب تمام عرب و عجم نو مسلموں کے ساتھ انصاف کا معاملہ روا رکھا اور اپنے خاندان و قبیلے کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے سے قطعی طور پر اجتناب کیا۔ اس طرح ساری عصبیتیں دب گئیں۔ مسلمانوں میں وہ اخوّت کی فضا قائم ہوئی جس کا اسلام تقاضا کرتا تھا۔ اس لحاظ سے خلفائے راشدین کا طرزِ عمل مثالی تھا۔ بقولِ اقبال۔

؎ آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر　　　اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

مراجع و حواشی

۱۔ سورہ البقرہ: ۱۵۱

۲۔ مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر ۱۳۰۹

۳۔ طبقات ابن سعد، جلد ۴، صفحہ ۱۱۳۔

۴۔ حضرت ابو بکر صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، محمد حسین ہیکل مترجم محمد اسحاق بھٹی، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، صفحہ نمبر ۱۱۸۔ ۱۱۲
تاریخ ملت، جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر ابادی، جلد اوّل صفحہ ۱۶۱۔ ۱۵۶۔
A short History of Islam, Mazhar ul haq ,priters ripon,printing press lake road, Lahore,1988, page 170-174.

۵۔ حضرت ابو بکر صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، محمد حسین ہیکل مترجم محمد اسحاق بھٹی، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، صفحہ نمبر ۵۸۸۔
A short History of Islam, Mazhar ul haq ,priters ripon,printing
226_press lake road, Lahore,1988, page
2ISBN 969-503-026-2.، صفحہ ۶۱۸، المبطوعۃ الاستقامہ، قاہرہ ۱۹۳۹ء۔

۶۔ الطبری، تاریخ الامم وملوک جلد 2، صفحہ ۶۱۸، المبطوعۃ

۷۔ صحیح بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، کتاب المحاربین، باب ۱۶۔

۸۔ الطبری جلد ۳، صفحہ ۲۹۲ ابن اثیر جلد ۳، صفحہ ۳۴-۳۵، ادارۃ الطباعہ المنیریہ، مصر

۹۔ تاریخ ملت، جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۲۹۴، ناشر ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۱۔

۱۰۔ تاریخ ملت ،جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی،جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۲۹۴-۲۹۵، ناشر ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۱۔

۱۱۔ تاریخ ملت، جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر ابادی، جلد اوّل صفحہ 296۔ ناشر ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۱۔
الطبری جلد ۳، صفحہ ۲۹۲،
البدایہ ولالنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۶،

۱۲۔ تاریخ ملت، جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر ابادی، جلد اوّل صفحہ ۳۴۱۔
اسلام اور سیاسی نظریات، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف
الاقران، کراچی ۲۰۱۰، صفحہ ۲۳۱-۱۳۲۔

۱۳۔ الطبری جلد ۴، صفحہ ۱۱۲۔
المسعودی، مروج الزھب ج ۲، ص ۴۲، المطبو عۃ الابینیہ مصر، ۱۳۴۶ھ۔

۱۴۔ تاریخ ملت، جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر ابادی، جلد اوّل صفحہ ۴۰۷۔ ناشر ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۱۔

۱۵۔ صحیح بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، باب المناقب قریش، ح نمبر ۳۵۰۱۔۳۵۰۰۔۳۴۹۵۔۳۴۹۶

۱۶۔ سنن دارمی۔ عن میمون بن مہران، باب الفتیاوماھیہ من شزۃ

۱۷۔ کنز العمال۔ ج ۵ حدیث نمبر ۲۲۸۱۔

۱۸۔ کتاب الخراج، امام ابو یوسف، ص ۲۵۔

۱۹۔ طبقات ابنِ سعد جلد 3، ص ۳۰۶-۳۰۷

۲۰۔ کنز العمال۔ ج ۵ حدیث نمبر ۲۲۸۰۔ ۲۲۸۵

۲۱۔ البدایہ والنہایہ، ابنِ کثیر، جلد ۷، ص ۱۳۴۔

۲۲۔ ابن ہشام، ج ۴، ص ۳۱۱؛ طبری، تاریخ، ج ۳، ص ۲۱۰۔
حضرت ابو بکر صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، محمد حسین ہیکل مترجم محمد اسحاق بھٹی، ا لفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، صفحہ نمبر ۱۱۸۔
کنز العمال۔ ج ۵ حدیث نمبر ۲۲۶۸۔ ۲۲۹۱۔ ۲۲۹۹۔

۲۳۔ کتاب الاخراج، امام ابو یوسف، ص نمبر ۱۱۷۔

۲۴۔ الطبری جلد 3، صفحہ ۴۴۶

۲۵۔ الطبری جلد 3، صفحہ ۵۵۰-۵۵۱۔

۲۶۔ السنن الاکبریٰ، بیہقی، جلد ۱۰، ص ۱۳۶۔ دائرہ المعارف۔ حیدر آباد، طبع اوّل ۱۳۵۵ھ۔

۲۷۔ السنن الاکبریٰ، بیہقی، جلد ۱۰، ص ۱۳۶۔ دائرہ المعارف۔ حیدر آباد، طبع اوّل ۱۳۵۵ھ۔